خوف اور طمع کے بغیر ایمان کامل نہیں ہو سکتا

(فرمودہ ۲۸- مئی ۱۹۱۵ء)

حضور نے تشہّد' تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے جو قدیم سے چلی آتی ہے کہ وہ ہر انسان کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ہر قوم اور ہر جماعت کے ساتھ اپنے معاملہ میں ایسا طریق اختیار فرماتا ہے کہ ہر ایک انسان اور ہر ایک قوم کی توجہ ایک طرف ہی نہ لگ جائے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے کہ مومن کا ایمان اُسی وقت کامل اور اُسی وقت نفع رساں ہوتا ہے جبکہ وہ خوف اور طمع کے درمیان ہو جیسا کہ فرمایا تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اس کے نتیجہ میں فرمایا- فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [1] تو وہ ایمان کامل جو نفع رساں اور بہتری کا موجب ہو وہ وہی ہوتا ہے جو خوف اور طمع کے درمیان ہو اور دونوں باتوں کے بَین بَین ہو- یعنی اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ کی رحمانیت' رحیمیت' فضل' ربوبیت اور کرم پر نظر ہو اور انسان یہ خیال کرے کہ جس قدر دنیا کی مہربان ہستیاں ہیں ان کی محبت اور مہربانی خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی ہستی نہیں رکھتی تو دوسری طرف وہ اس فکر میں بھی لگا رہے کہ خدا تعالیٰ انسان کی اصلاح کیلئے کبھی کبھی سزا بھی دیتا ہے اور پھر خدا تعالیٰ سے بڑھ کر دنیا وَ مَافِیْهَا میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو خدا کی سزا کے برابر سزا دے سکے' خواہ وہ علماء اور حکماء ہوں' خواہ ایجادواختراع کرنے والے ہوں' خواہ

دنیا کے امراء اوربادشاہ ہوں' خواہ بڑی بڑی حکومتوں اور سلطنتوں والے ہوں اور خواہ عوام الناس ہوں کوئی بھی ان میں سے ایسی طاقت نہیں رکھتا جو اللہ کی سزا اور گرفت کے مقابلہ میں سزا اور گرفت کرسکے- سو اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک انسان کا ایمان ان دونوں دیواروں کے اندر نہ آجائے اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا بلکہ خطرہ میں رہتا ہے- کیونکہ کامل ایمان اسی وقت ہوتا ہے جبکہ یہ دونوں باتیں پیدا کی جائیں ایک خوف کے اسباب دوسرے طمع کے سامان- چونکہ انسان کے کمال کا ظہور اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک ایمان کامل نہ ہو- اور ایمان کامل اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک خوف اور طمع کے درمیان نہ ہو اس لئے خداتعالیٰ کی یہ قدیم سے سنت ہے کہ جس قوم یا جس جماعت کو وہ ترقی دینا چاہتا ہے یا جس انسان کا درجہ بلند کرنا چاہتا ہے اس کیلئے یہ دونوں قسم کے سامان پیدا کردیتا ہے- یہی وجہ ہے کہ خداتعالیٰ کے برگزیدہ لوگ جہاں دنیا میں سب سے بڑے مُنْعَمْ عَلَیْہِ ہوتے ہیں اور جہاں خداتعالیٰ کے افضال کی ان پر ہر وقت بارش ہوتی رہتی ہے وہاں دوسرے لوگوں کی نسبت انہیں زیادہ خطرناک ابتلاؤں میں سے بھی گزرنا پڑتا ہے- یہ دیکھ کر نادان انسان کہہ دیتا ہے کہ جس طرح اور لوگ دکھ اور تکلیف میں پڑے ہوئے ہیں اسی طرح یہ بھی ہے اس لئے ہمیں کس طرح معلوم ہو کہ یہ خدا کا برگزیدہ ہے- لیکن اگر کوئی غور کرے تو اسے معلوم ہوجائے کہ ان کیلئے ابتلاؤں کے سامان ان کے درجہ کی بلندی اور ایمان کی ترقی کیلئے ہوتے ہیں کیونکہ مومن کی ترقی اسی طرح ہوتی ہے- پس اگر اللہ تعالیٰ ایک طرف ایمان میں ترقی دینے کیلئے طمع کے سامان مہیا فرماتا ہے تو دوسری طرف ان کے راستہ میں مشکلات کی گھاٹیاں بھی لاتا ہے تاکہ اگر ایک پہلو سے طمع ہو تو دوسرے پہلو سے خوف سے باہر نہ نکل جائیں-

سورۃ فاتحہ میں خداتعالیٰ نے جو دعا سکھائی ہے اس میں بھی اسی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ- الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ- مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ؎ - یعنی وہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جو رحمٰن اور رحیم ہے اور وہ خدا جس نے اعمال کو دیکھ کر جزاء و سزا دینی ہے ہم اس کی حمد کرتے ہیں- اس آیت میں ایک طرف رحمٰن اور رحیم صفات کو بیان فرمایا تو دوسری طرف مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ بھی فرمادیا- ان کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ یہ صرف صفاتِ الٰہیہ ہی ہیں یا دنیا کا تجربہ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے اس لئے فرمایا یہ صفات ہی نہیں

بلکہ تجربہ بتاتا ہے کہ اگر ایک طرف فضلِ الٰہی نازل ہو رہے ہوں' انعام و اکرام کی بارش ہو رہی ہے اور آرام اور سکھ مل رہے ہیں تو دوسری طرف غضبِ الٰہی بھی ہے جو خدا کے احکام کے توڑنے والوں پر گرتا ہے۔ اور یہ دونوں قسم کی باتیں ثابت کر رہی ہیں کہ اگر ایک جماعت خداتعالیٰ کے دروازے کی طرف جا رہی ہے تو دوسری اس دروازے کے راستہ سے بھٹک کر واپس آ رہی ہے۔

پس یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ انسان کی ترقی کیلئے ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے کیونکہ ایمان اُس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ خوف اور طمع دونوں کے وقت ایمان ترقی نہ کرے اور اگر کوئی خدا کی محبت اور عشق میں ایسا چُور ہو کہ ایک منٹ کیلئے بھی خدا کو نہ بھلا سکے تو دوسری طرف یہ بھی چاہیئے کہ ایک منٹ کیلئے بھی خداتعالیٰ کے احکام کے خلاف کرنے کا خیال دل میں نہ لائے کیونکہ اگر خداتعالیٰ کا رحم اور فضل غیر محدود ہے تو اس کا عذاب بھی بڑا سخت ہے اور اس نے اگر ایک طرف ترقی رکھی ہے تو دوسری طرف تنزل بھی رکھا ہے۔ اگر نور ہے تو اس کے مقابلہ میں ظلمت ہے' اگر صحت ہے تو اس کے مقابلہ میں بیماری ہے' اگر خیر ہے تو اس کے مقابلہ میں شر ہے' اگر راحت ہے تو اس کے مقابلہ میں دکھ ہے۔ یہ خداتعالیٰ نے مقابلہ میں باتیں رکھی ہیں کیوں؟ اس لئے کہ انسان کی ترقی کیلئے دونوں پہلو ضروری ہیں۔ پس کبھی ایسا زمانہ ہوتا ہے کہ جماعت اور قوم پر راحت اور آرام آتا ہے تو ترقی کرتی ہے اور کبھی ابتلاء آتے ہیں ان میں ترقی کرتی ہے۔ جو مومن ہوتے ہیں وہ دونوں حالتوں میں ترقی کرتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو راحت کے زمانہ میں تو ساتھ چلتے رہتے ہیں لیکن دکھ اور تکالیف کے زمانہ میں چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں مومن دونوں حالتوں میں سے گزرتا ہے۔ وہ اگر ایک طرف یہ سمجھتا ہے کہ مجھ پر خداتعالیٰ کے انعام و اکرام ہوئے ہیں تو دوسری طرف دکھوں اور ابتلاؤں سے اس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے اور جب وہ دونوں امتحانوں میں پاس ہو جاتا ہے یعنی آگ اور پانی سے سلامت نکل آتا ہے تو خداتعالیٰ اس کا درجہ بہت بلند کر دیتا ہے۔ پس مومن کو چاہیئے کہ جیسا آرام اور راحت میں خوش ہو ایسا ہی اگر ابتلاء آئیں تو بھی خوش ہو کیونکہ اس سے اس کی ترقی ہوگی اس طرح اسے صاف کیا جاتا ہے نہ کہ مٹایا جاتا ہے۔ کیا لوہار لوہے کو بھٹی میں اس لئے ڈالتا ہے کہ جلا دے نہیں بلکہ صاف کرنے کیلئے ڈالتا ہے۔ اسی طرح خداتعالیٰ بھی ابتلاؤں میں ڈالتا ہے تو اسی لئے کہ انسان

صاف ہوجائے۔

بہت لوگ ابتلاؤں سے ٹھوکر کھاجاتے ہیں لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ طمع اور خوف کے بغیر ایمان کامل ہو ہی نہیں سکتا۔ خداتعالیٰ کے نبیوں سے بڑھ کر کون انسان اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے مگر ان کیلئے بھی یہ دونوں باتیں ہوتی ہیں کوئی نبی ایسا نہیں آیا کہ جس کو دونوں قسم کے حالات سے نہ گزرنا پڑا ہو۔ چونکہ ہماری جماعت سے خداتعالیٰ کے بڑے بڑے وعدے ہیں اس لئے یاد رکھو کہ اگر ہم ان وعدوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں تو دوسری طرف اس بات کیلئے بھی تیار رہنا چاہیئے کہ ایسے وعدوں کے پورا ہونے کیلئے خداتعالیٰ کی طرف سے ابتلاء بھی آتے ہیں اور جو ان میں ثابت قدم رہتے ہیں انہی کو کامیابی ہوتی ہے۔ اگر کوئی انسان جو آرام اور راحت میں رہ کر ہر وقت کامیابی ہی کامیابی چاہتا ہے تو وہ سنت اللہ سے واقف نہیں ہے، ممکن ہے اسے آج ہی ٹھوکر لگے یا کل۔ پس تمہیں جہاں کامیابی کی امید ہو وہاں خداتعالیٰ کے ابتلاؤں کیلئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قدموں کو عُسر یُسر، آرام و تکلیف میں ثابت رکھے اور اپنے فضلوں سے ہماری کمزوریوں پر نظر ترحم کرتے ہوئے ہمارے لئے ترقیوں اور کامیابیوں کے راستے کھول دے۔ (آمین)

(الفضل ۳۔جون ۱۹۱۵ء)

۱؎ السّجدة: ۱۸،۱۷ ۲؎ الفاتحة: ۲تا۴